جلد01شمارہ17، 2024

Article

Tradition of Brar Masa and 1st Persian Bara Massa

بارہ ماسہ کی روایت اور اوّلین فارسی بارہ ماسہ

Dr. Rizwana Naqvi*[1], Bazghah Qandeel[2]

[1] Department of Urdu Language and Literature, University of Sargodha
[2] Assistant Professor, Deaprtment of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad
*Correspondence: rizwananaqvi10@gmail.com

ڈاکٹر رضوانہ نقوی[1]، بازغہ قندیل[۲]

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، [۲] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:16-٠٤-202٤
Accepted:02-٠٦-202٤
Online:٢٧-٠٦-202٤

Copyright: © 2023 by the authors. This is an access-open article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract:
The tradition of ‘’Bara Masa”in Hindustani literature is centuries old. Its 1st impressions can be seen in ‘’Sanskrit” and ‘’Upp Bharinsh” literature, where the human appendence with weather conditions not only brings out the colors of natural beauty but also brings forward the situation of human existence and society, after Sanskrit & Upp Bharinsh, these traces of Bara Masa are seen in regional dialects even this Bara Masa brings forward the most prominent and prosperous example of Bara Masa in the form of Afzal’s ‘’Bekatt Kahani” in the seventeenth century AD , which properties later on becomes the rules for Bara Masa. He also has created Bara Masa in his own style and idiosyncrasy in Persian language. It’s a unique and prominent but the only example of Bara Masa in Persian literature. In the tradition of Bara Masa, Masood joined the Sanskrit, Upp Bharinsh literary tradition depicts the human connections with seasonal colors and harmony instead the writhe of a discontented, grieving women. In this article it has been tried to show the glimpse of Masood Saad Salman’s Bara Masa under the influence of Sanskrit Upp Bharinsh tradition of Bara masa.

Keywords: Bara Masa, Sanskrit literary tradition, seasonal impacts, harmony of human nature, masood saad salman, reflection of nature, bikaat kahani

بارہ ماسہ کو عمومی طور پر بارہ ماہ سے منسوب کیا جاتا ہے یعنی وہ صنفِ سخن کہ جس میں سال کے بارہ مہینوں کی مناسبت سے انسانی، بالاختصاص نسائی احساس وجذبات کی کیفیات بیان کی جاتی ہیں اس صنف سخن کے اجزائے ترکیبی بھی اسی صورتحال کی طرف اشارہ ہیں کہ اس کا تعلق "بارہ ماہ" سے ہے اسی بنا پر بارہ ماسہ کہلاتا ہے لیکن بارہ ماسہ کی روایت کھنگالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ موسم ومزاج کی مناسبت کا تعلق فقط بارہ مہینوں سے نہیں بلکہ ہندوستان کی کھڑی وہندی بولی میں Pattern کی یکسانیت کے باوجود دوماسے، سہ ماسے، چوماسے، چھ ماسے اور نوماسے بھی موجود ہیں۔ اصطلاحاً بارہ ماسہ ہجر کا وہ کربناک خلاصہ ہے کہ جو محبوب کی جدائی میں سلگتی عورت، موسم اور مہینے کے پس منظر میں بصورت لوک گیت گنگناتی یا بیان کرتی ہے۔ دل کے موسم اور دھرتی کے موسم کا یہ انسلاک ہجر کی اس شدت وگہرائی کا دو آتشہ کر کے زمانہ گیر کر دیتا ہے کہ جو پہلے فقط ایک دل کا قصہ تھا، بارہ ماسے کے اس کیفیتی تناظر میں مختلف زبانوں میں اس نظم کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ صوفیانہ عشق میں یہ "برہ ورنن" یا "ویوگ کھنڈ" گجراتی زبان میں اسے "بارہ ماسی" جبکہ بنگالی میں "بارہ ماشی" اور اردو میں اسے "بارہ ماسہ" کہا جاتا ہے جبکہ فارسی زبان میں یہ نظم "مھائی فارسی" کہلاتی ہے۔ ناقدین کے مطابق بارہ ماسہ ایک ایسی نظم ہے کہ جو ایک فراق زدہ عورت کے غم جدائی کو بیان کرتے ہوئے سال کے بارہ مہینوں میں ہر ماہ کے الگ الگ ذکر سے محبت وجدائی کی کیفیت بیان کرتی ہے۔ ''ڈاکٹر تنویر احمد علوی'' نے دیگر ناقدین کے تبصروں اور تحقیق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس نوع کی تمام نظمیں بارہ ماسوں

کی شکل میں نہیں ملتیں چھ یا چوماسوں کی صورت میں بھی انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ بعض نظموں میں صرف دوماس کی کیفیت کا ہی بیان ہوتا ہے۔ (۱)

بارہ ماسہ یا اس انداز کی نظمیں بالخصوص شمالی ہند اور نسبتاً کم جنوبی ہند کی لوک بھاشاؤں میں پائی جاتی ہیں۔ شمالی ہند کی نسبت جنوبی ہند کے بارہ ماسوں میں رنگارنگی تنوع اور کثرت کا فقدان ہے اس کی ایک وجہ جغرافیائی ماحول کی تبدیلی اور سماجی صورتحال بھی ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خان کے مطابق:

''بارہ ماسہ کسی ایک زبان یا بولی تک محدود نہیں ہے راقم کی اطلاع کے مطابق یہ پنجابی، گجراتی، اودھی اور شمالی ہند کی دوسری بولیوں کی مشہور صنف رہی ہے۔''**(۲)**

ہندوستان میں بارہ ماسہ کی ابتدا بارہویں صدی عیسوی میں ملتی ہے اور اس کی تحریک کا سہرا جین سادھوؤں کے سر بندھتا ہے کہ جنہوں نے اعلیٰ پائے کے ادبی شاہکار تخلیق کیے۔ اب تک کے معلوم بارہ ماسوں میں قدیم ترین بارہ ماسہ "بارہ ناؤ" ایک جین سادھو "جن دھرم سوری" کی تخلیق ہے جس کا زمانۂ تصنیف بارہویں صدی عیسویں کا نصف آخر ہے جبکہ دوسرا بارہ ماسہ بھی ایک جین سادھو "دنی چند سوری" کی تصنیف "یمنی ناتھ چتش بدھ" میں ملتا ہے اور اس کا زمانۂ تصنیف 1268 سے 1303 عیسوی کے درمیان قیاس کیا جاتا ہے۔[3] "جبکہ پروفیسر مسعود حسین خان" کا بیان ہے کہ بارہ ماسے کا ارتقا سنسکرت اور اپ بھرنش کے پربندھ کاویہ کے "رتو ورنن" سے ہوا ہے اس "رتو ورنن" میں عام طور پر چھ موسم پائے جاتے ہیں کالی داس کی "رتو سنہار" اس کا اعلیٰ نمونہ بالذات ایک نظم ہے، ہندی ادب کے پرگاتھا کال کے اکثر راسوں کاویوں میں رتو ورنن کا اہتمام ملتا ہے۔ یہ رتو ورنن اپنی ماہ بماہ کیفیات میں جا کر بارہ ماسہ بن جاتا ہے۔[4]

یوں بارہ ماسہ سنسکرت اور اپ بھرنش کی روایت سے منسلک ایک روایت کہی جا سکتی ہے کہ جس نے بعد ازاں تغیر و تبدل سے گزر کر اپنی ایک خاص پہچان مستحکم کی جہاں انسانی کیفیات کے ساتھ موسمی کیفیات کا بیان ایک لازمی جز و ٹھہرا اس تناظر میں "زن مہجور" کے غیاب کے باوجود یہ نظمیں ناقدین و محققین کے نزدیک بارہ ماسہ کے دائرے میں شامل ہوتی ہیں، لیکن شمالی ہند میں افضل کی "بکٹ کہانی" کی صورت شروع ہونے والی اردو بارہ ماسے کی اوّلین نظم ان تمام روایات سے اثر پذیری کے باوجود "برہنی، زن مہجور" کی صورت وہ مرکزی نقطہ دریافت کرتی ہے کہ جس نے بعد ازاں بارہ ماسے کے ایک نئے روپ کو سامنے لانا تھا کہ جہاں حیات و کائنات کے ساتھ عورت وہ مرکزی دائرہ بنتی ہے کہ جس کی غیر موجودگی صنفِ سخن کی تکمیلیت کے باوجود اسے نامکمل اور تشنہ کام رکھتی ہے، تاوقتیکہ وجودِ زن کا سحر فن کی کائنات بن کر سامنے نہ آجائے۔ بارہ ماسہ کی کھوج سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداً مختلف بولیوں میں پائے جانے والے یہ گیت بارہ ماسہ نہیں تھے بلکہ موسمی کیفیات کے زیر اثر کسی فراق زدہ دل کی آرزو تھے جو اپنی خاص شکل میں عورت کی جذباتی پیشکش بن کر سامنے آئے۔ اس جذباتی و کیفی تصویر کی منظر کشی کے لیے یہ ضروری نہیں تھا کہ بارہ مہینوں کا ہی بیان ہو بلکہ بارہ ماسے کی روایت کا وسیع تر تناظر اس چیز کو نشان زد کرتا ہے کہ اکثر یہ بیان یک موسمی، چو موسمی اور چھ موسمی بھی رہا لوک گیتوں میں بھی اس کے اثرات واضح ہیں یہ اس لیے بھی کے بارہ ماسہ تہوار، روایت اور گائے جانے سے منسلک ہے ممکنہ طور پر ہندو پاک کے مختلف علاقوں میں یہ روایت اب بھی موجود ہے بلکہ چند

صدیوں قبل یہ روایت باقاعدہ طور پر فعال تھی کہ جہاں پریم رنگ چیت، برسات، جیٹھ، اساڑھ کے موسموں میں بالخصوص برہا کی ماری عورت کے قلبی تغیر و عشق آتش کے آہنگ اور انبساطی محرومی کے افسوس کو شعری بولوں میں ڈھال کر فضا کی رنگینی اور سنگینی کا حصہ بنایا جاتا تھا۔ سنسکرت اور اپ بھر نش سے ابتدا کرنے والی یہ روایت مختلف بولیوں اور علاقوں میں اپنا ارتقائی سفر طے کرتی ہوئی شمالی ہند پہنچتی ہے کہ جہاں ایک نئی زبان اردو کی صورت میں اس کا نیا جنم ہوتا ہے اور اس وقت سے اب تک شمالی ہند کی ادبی روایت ہی بارہ ماسہ کا مثالی نمونہ ٹھہرتی۔ یوں اگر دیکھا جائے تو بارہ ماسہ اپنے ارتقا کے دو بنیادی مقامات پر شناخت متعین کرتا ہے اولاً سنسکرت واپ بھر نشی روایت کہ جہاں سے اس نظم میں فطرت سے بشر کا انسلاک جزولازم ٹھہرتا ہے اور دوسرا مقام کہ جہاں بشر کی صورت بالخصوص عورت کا وجود بارہ ماسے کے لیے لازم ٹھہرتا ہے۔ ذاتِ انسانی کی رنجیدہ یا سنجیدہ، پر عیش یا پر اضطراب، پر لطف یا پراگندہ، متفکر و مطمئن، مہجور و مکلف کیفیات جب فطرت کو مرکز بنا کر اپنا اظہار کرتی ہیں تو لا محالہ طور پر سنسکرت روایت سامنے آتی ہے باوجود اس کے کہ سنسکرت ادب کی عمومی نظموں میں بھی موسمی کیفیات کا رنگ بڑا چوکھا ہے لیکن انہیں محض کیفیاتی یا تناظراتی رنگوں کی وجہ سے اسے بارہ ماسہ نہیں کہا جا سکتا بارہ ماسہ کے لیے نظم کا مہینے یا موسم سے مخصوص ہونا ضروری ہے یہ صورت ہمیں "رتو سنہار" میں نظر آتی ہے لیکن یہاں سال کے دو دو مہینوں کو ایک موسم گردانتے ہوئے گریشم، ورشا، شرو، ہیمنت، ششر اور بسنت کا بیان ملتا ہے۔ سنسکرت کے مشہور شاعر ماگھ کے ہاں بھی کچھ ایسا ہی سلسلہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے "ششو پال ودھ" میں شری کرشن کے "دیوتک پروت پر وہار" کے سلسلے میں چھ موسموں کا بیان کیا ہے۔" لیکن ڈاکٹر پرکاش اسے بارہ ماسہ ماسے کے شمالی ہند سے مخصوص دائرے میں پرکھتے ہوئے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ

> "یہ نظم بارہ ماسہ کی روایتی تعریف کے دائرے سے باہر رہتی ہے کیونکہ اس میں زن مہجور غائب ہے"(۵)

ایسا ہی عالم متعدد دیگر بارہ ماسوں کا ہے کہ جن میں زن مہجور کا غیاب بعض ناقدین کے نزدیک ان کی بارہ ماسی حیثیت پر اثر انداز نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک برہنی یعنی غمزدہ عورت کی غیر موجودگی ان نظموں کو فطرتی نظموں سے بڑھ کر بارہ ماسہ نہیں بننے دیتی۔ سنسکرت ادب میں زن مہجور کی "پر فعال انداز" میں غیر موجودگی دراصل اس ادبی روایت کا اثر ہے کہ جس میں اظہار عشق کا منبع مرد تھا عورت نہیں ایسے میں عورت کیسے کسی نظم میں عشق و ہجر کی فعالیت کا مظہر ہو سکتی تھی؟ دوسری وجہ سنسکرت روایت میں مستقل غم کی عدم دستیابی ہے کہ سنسکرت شاعری میں جدائی مستقل کی بجائے عارضی، اتفاقی یا حادثاتی کیفیت ہے۔ اسی بنا پر سنسکرت میں المیہ تاثر مفقود ہے باوجود اس کے کہ بہت سی نظموں میں غم جدائی کا بیان بھی متواتر نظر آتا ہے مگر دکھوں کی ماری غم جدائی میں سلگتی عورت سنسکرت ادب کا مستقل کردار نہیں ہے۔ یوں اس تناظر میں کچھ ناقدین سنسکرت یا دیگر زبانوں کی نظموں کو بارہ ماہ سے الگ مانتے ہیں حالانکہ وسیع تناظر میں انسانی حوالے سے فطرت کا انسلاک بارہ ماسہ ہی کی وہ اولین صورت ہے کہ جس نے بعد ازاں زمانے، ماحول، تہذیبی اور ثقافتی اثرات اور ادبی روایات کے تناظر میں ایک مخصوص شکل اختیار کر لی کہ جسے افضل اور ان کے تتبع میں دیگر بارہ ماسوں سے شناخت کیا جاتا ہے۔ لیکن اس مثالیت کی بنیادیں صدیوں پر محیط ہیں۔ "شٹ رتو ورنن" کہ جو بارہ ماسہ کی ابتدائی صورت میں نمایاں ترین صورت ہے اس میں موسم کا بیان فراق سے

متعلق نہیں لیکن موسمی کیفیات کے بیان میں جہاں عیش و نوش اور وصال و انبساط کا ذکر بار بار ہوتا ہے وہیں غم بھی ذات انسانی کا لازمی حصہ ہونے کی بناپر شعروں میں در آتا ہے۔ اپ بھرنش سے اردو تک کے سفر میں بارہ ماسہ کئی رنگ و رامش سے گزرا مدھیا پردیشی پراکرت اور بعد ازاں اپ بھرنش کا دائرہ یوں تو متھرا اور اس کے اس پاس کے علاقوں تک محدود تھا لیکن عہد قدیم سے ہند آریائی خطہ ہونے کے ناطے لسان و ادب کے لیے یہ علاقہ نہایت سرسبز و زرخیز تھا اور ادبی اثر و نفوذ دور تک پھیلا ہوا تھا حتیٰ کہ مشرقی پنجاب تک یہ پراکرت پھیلی ہوئی تھی علاوہ ازیں راجستھانی پہاڑی اور گجراتی کے ارتقائی مراحل میں بھی یہی زبان ممد و معاون ثابت ہوئی جنوبی گروہ کی دو زبانیں مرہٹی اور سنہالی ہیں مرہٹی ادب میں نظم و نثر کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جس میں بارہ ماسہ کے ابتدائی نشانات تلاش کیے جا سکتے ہیں درمیانی حلقہ کی زبانوں میں مشرقی ہندی سے موسوم اردھ ماگدھی اور اپ بھرنش کے نمونے ملک جائسی کی "پدماوت"، تلسی داس کی "رامائن" اور نور محمد کی منظومات کی صورت سامنے آتے ہیں "پدماوت" میں ملک جائسی نے "ناگ متی" کی زبان سے جو بارہ ماسہ کہلوایا ہے وہ ہندی ادب کا شاہکار ہے "پدماوت" کے بعد جتنی بھی صوفیانہ نظمیں ملتی ہیں ان میں بارہ ماسہ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے بالخصوص بابا گرو نانک اور میرا بائی کے بارہ ماسے تصوف اور لطافت دونوں حوالوں سے خاصے کی چیز ہیں جبکہ عثمان کی "چترا ولی" (۱۶۱۳ء) نور محمد کی "اندراوتی" (۱۷۴۴ء) مشہور ہندی شاعر منجن کی "مدھومالتی" اور شیخ نثار کی "یوسف زلیخا" میں بھی بارہ ماسے پائے جاتے ہیں۔ جان کولشیر نے سترھویں صدی کے وسط میں بارہ ماسہ کے نام سے ایک آزاد تصنیف لکھی۔ عبداللہ انصاری کا ایک بارہ ماسہ ۱۸۲۳ء کے قریب کا تحریر بتایا جاتا ہے۔ یہ بارہ ماسہ شعبہ مخطوطات مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ (۲)

عہدِ قدیم میں "چندالورک" کی لوک کتھا کو سامنے رکھ کر جو تصانیف سامنے آئیں ان میں بھی بارہ ماسہ کے نقوش واضح ہیں یوں بارہ ماسہ ایک مقامی صنف سخن ہونے کے ناتے ہندوستان کی تقریباً تمام علاقائی زبانوں میں کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے جبکہ اردو میں اس کا آغاز اردو نظم کے آغاز کے ساتھ ہی نظر آتا ہے پنجابی زبان کے بارہ ماسے گرو نانک دیو اور بلھے شاہ کے صوفیانہ معارف اور کائناتی انسلاک کی فنکارانہ پیشکش کی بناپر پنجابی ہی نہیں اردو ادب میں بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن اردو ادب میں صنفی شاہکار کی صورت فروغ پانے والا بارہ ماسہ "بکٹ کہانی" بارہ ماسہ کی روایت میں نمایاں مقام ہی نہیں رکھتا بلکہ اردو زبان میں شاعری کا پہلا مستند نمونہ بنتے ہوئے ایک نئی روایت کا سنگ میل بھی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن افضل کے مخصوص دائرے سے باہر سنسکرت کی ہی کی طرح فارسی شاعری میں بھی بارہ ماسہ کی صورت سامنے آنے والی نظمیں زن مہجور کی پکار و وارفتگی سے بیگانہ فطرت اور انسان کی ہم آہنگی کا روپ ہیں نسائیت سے مخصوص نہیں ۔ فارسی شاعری میں بارہ ماسے کی کوئی روایت نہ پہلے موجود تھی نہ اب موجود ہے ماسوا مسعود سعد سلمان (۱۱۲۱-۱۰۴۶) کے کہ جو فارسی میں بارہ ماسے کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی۔ مسعود سعد سلمان نے اپنے اجداد کے ساتھ ہجرت کی اور پھر ہندوستان کی مٹی میں یوں اپنی جڑیں اتاریں کہ ان کا اس دھرتی سے اٹوٹ رشتہ بندھ گیا۔ مسعود اعلیٰ پائے کے فارسی شاعر تھے اور اپنے وقت کے تمام بڑے شعراء کے قاری اور مداح بھی۔ وہ نہ صرف اپنے عہد بلکہ قدیم فن شاعری سے بھی واقف تھے فارسی ادب و شعر میں مناظرِ فطرت اور ان کی محرکہ انسانی کیفیات کے دلکش نمونے بکثرت و باکمال انداز میں ملتے ہیں لیکن الگ الگ رتوں اور موسمی تسلسل کے حوالے سے شعری بیان مسعود سے

پہلے فارسی شاعری میں مفقود ہے۔ مسعود کے بارہ ماسہ کا محرک ہندی شعرا اور ان کی شعری تصانیف ہیں جیسا کہ تحقیقی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسعود ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے مداح تھے سواس دھرتی کے شعرا و شاعری نے انہیں متاثر ہی نہیں کیا بلکہ اس دھرتی کی تہذیبی و ثقافتی شناخت و روایات کی طرف بھی مائل کیا گو کہ اس اثر پذیری میں بھی انہوں نے اپنی فارسی شناخت ملحوظ رکھی مگر باجود ایک گونہ ادبی ، تہذیبی اور تسخیری برتری کے وہ ہندی سرزمین اور اس کے شعری حسن کے اثرات سے خود کو بچا نہیں پائے ہیں۔

سواس طرح فارسی ادب میں بارہ ماسہ کی اولین اور واحد مثال "مسعود سعد سلمان" کے بارہ ماسے کی صورت سامنے آتی ہے کہ جس میں انہوں نے ۱۰ مہینوں کا بیان کرتے ہوئے گوناگوں موسمی کیفیات بالخصوص بہار و خزاں کا بیاں بڑے نشاطیہ اور پر اثر انداز میں کیا ہے ۔مسعود اپنے زمانے کے نابغۂ روزگار شاعر اور اپنے عہد کی ہندی لسانیات سے واقف تھے بلکہ ان کے اردو دیوان سے متعلق چرچا بھی تذکروں اور تواریخ ادب میں موجود ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسپرنگر اور حافظ محمود شیرانی شواہد کی بنا پر انہیں اردو زبان کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ان کے مطابق:

> ''خواجہ مسعود سعد سلمان جن کے متعلق متقدمین اور متاخرین متفقاً کہتے ہیں کہ وہ ہندوی میں بھی صاحب دیوان تھے مجھ کو ان کی ہندی شعر گوئی کے متعلق شبہ تھا کیونکہ جہاں وہ اپنی عربی و فارسی زبان دانی پر اپنے قصائد میں فخر کرتے ہیں وہ ہندوی کا ذکر نہیں کرتے۔''(۷)

مثلاً:

کس را بپارسی و تازی امتحاں زدے
میرا مبارزِ میداں امتحاں شدے

جبکہ دوسری جگہ کہتے ہیں:

مرا بداں تو کہ در پارسی و در تازی
بنظم و نثر ندارد چوں کس استقلال

جبکہ تیسرے موقعے پر کہتے ہیں:

بریں ہر دو زبان در ہر دو میداں
بگر دونم رسیدہ کامرانی
سجود آرد بہ پیش خاطر من
رواں رود کی و ام ہانی (۸)

لیکن ان کا شبہ محمد عوفی کی "لباب الالباب" کے حوالے سے رفع ہو جاتا ہے کہ جس میں مسعود سعد سلمان کے عربی و فارسی دیوان کے علاوہ ہندوی دیوان کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ عوفی کے مطابق:

داوراسہ دیوان ست یکے بتازی، یکے بپارسی ویکے بہندوی (۹)

عوفی کے ساتھ ساتھ ہندوی دیوان سے متعلق سند خواجہ امیر خسرو کے فرمان سے بھی حاصل ہوتی ہے جن کے نزدیک:

پیش ازیں شاہان سخن کسے را سہ
دیوان بنود مگر مرا کہ خسرو ممالک کلامم
مسعود سعد سلمان راا گرچہ ہست اماآں
سہ دیوان در عبارت عربی و فارسی و ہندوی
است۔ درپارسی مجرد کسے سخن راسہ قسم
نکردہ خرمن کہ درایں کار قسام و عادلم (۱۰)

چنانچہ ان دو مستند شہادتوں کی روشنی میں نا صرف حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر اسپرنگر بلکہ اردو کے متعدد محققین اس بات کو مانتے ہیں کہ مسعود سعد سلمان نے ہندوی میں بھی اشعار کہے۔ چنانچہ شیرانی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ خواجہ ہندوی میں بھی شعر کہتے تھے۔ مگر بدقسمتی سے انکا ہندوی کلام دستبرد زمانہ کے ہاتھوں شاید ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔[۱۱]

مسعود کے والد خواجہ سعد سلمان شہزادہء مجدد کے خزانچی کے طور پر بعہد سلطان مسعود شہید ہندوستان وارد ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ مسعود سعد سلمان نے اپنی حیات میں چھ غزنوی شاہوں کا عہد دیکھا اور تقریباً ۶۰ سال تک ہندوستان میں رہے۔ قیام ہند کا سب سے اہم نقطہ شہرِ لاہور رہے۔ عظمتوں اور بادشاہوں کا مرکز لاہور کہ جہاں وہ آسمان ادب کا ستارہ بن کر بھی چمکے اور اس کے فراق میں بے حال بھی رہے۔ ہر قدیم شاعر کی طرح مسعود کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش میں اختلافات موجود ہیں۔ یہ اختلافات ان فارسی تذکروں کے حوالے سے ہیں کہ جن میں مسعود کا ذکر تو موجود ہے مگر ان کی تاریخ پیدائش سے صرف نظر کیا گیا ہے (محمد عوفی، دولت شاہ، سمرقندی، امین احمد رازی، ہدایت) جبکہ بعض اس حوالے سے ابہام کا شکار ہیں جبکہ محمد قزوینی نے "مسعود سعد سلمان" میں مسعود کا سال پیدائش ۱۰۴۶-۴۸ء بیان کیا ہے۔ دیگر تذکرہ نویس بھی اسی بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن اقبال حسین خان اپنی کتاب Early Persian Poets of India میں مسعود کا سال پیدائش ۱۰۵۲ء/۴۳۶ھ بیان کرتے ہیں۔[۱۲]

داغستانی "ہدایت چہار مقالہ اور غلام علی خان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسعود سعد سلمان ۵۱۵ھ/۲۲-۱۱۲۱ء میں فوت ہوئے۔ جبکہ تقی کاشی کے خیال میں مسعود کا سال وفات ۵۲۵ھ/۱۱۳۱ء ہے۔ ڈاکٹر اقبال حسین ان کے ہم نوا ہیں لیکن جدید تحقیق کے مطابق داغستانی کی بیان کردہ تاریخ درست شمار ہوتی ہے۔ اور اس بات کی تصدیق خود مسعود کے قصائد سے بھی ہوتی ہے جن کے مطابق ان

کی پیدائش ۴۰-۴۳۸ھ اور ۴۸-۱۰۴۶ءبنتی ہے۔ چنانچہ اب اسی تاریخ کو درست تسلیم کیا جاتا ہے۔تاریخ پیدائش کے بعد جائے پیدائش متعدد تذکروں کے حوالے سے ایک معمہ رہی ہے مگر درست جا کی تصدیق بھی خود مسعود کا کلام کرتا ہے۔کچھ تذکروں میں مسعود کی جائے پیدائش ہمدان، کچھ میں غزنی اور کچھ میں جرجان ہے۔اس تمام مغالطے کی وجہ ان کا خاندانی پس منظر ہے کہ ان کے اجداد مشرقِ وسطی سے متعلق تھے اور ان تمام علاقوں سے ان کا تعلق اپنے اجداد کے حوالے سے تھا مگر خود مسعود کا مولود ہندوستان کا دل "شہرِ لاہور" ہے۔حافظ شیرانی بھی اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ جس کا بیّن ثبوت ان کے اشعار ہیں:

مولدم لاہور و از لاہور دور
ویمک ای لاہور بے تو کسی سرور (۱۳)

سو ہندوستانی دھرتی سے ان کے اس قدر گہرے انسلاک اور ادبی اثرات کے تحت عین ممکن ہے کہ مسعود کے ناپید، تلف یا گمشدہ ہندی دیوان میں بارہ ماسہ کی روایتی نسوانی صورت بھی موجود ہو کہ جو ان کے گزر جانے کے تقریباً چھ صدیوں بعد افضل کے زیر اثر فعال ٹھہری ہے۔ لیکن یہ بات تو وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کے دستیاب فارسی بارہ ماسہ کا محرک ہندوستانی شاعری ہے کیونکہ فارسی عربی یا مشرق وسطی کی کسی زبان میں بارہ ماسہ کے نقوش تلاش کرنا عبث ہے۔مسعود نے نہ صرف ہندوستانی بارہ ماسہ کی اس وقت رائج روایت کو فارسی میں استعمال کیا بلکہ ایک نابغہ ہونے کے ناتے اس میں جدت وافتراق کو پیوند کر کے خود ہندوستانی شاعری کے لیے ایک نئی مثال قائم کی ہے۔مسعود کا فارسی بارہ ماسہ بارہ نو کے تسلسل میں نہ صرف "شٹ رتو ورنن" کا اعادہ ہے بلکہ انہوں نے اس سلسلے کو توسیع دیتے ہوئے ہر ماہ کے ۳۰ دنوں کے نام بھی ایک ایک شعر میں گنوائے ہیں جدت و وسعت کی یہ مثال ابھی تک قدیم وجدید ہندوستانی بارہ ماسوں میں بھی موجود نہیں ہے۔ "شٹ رتو ورنن" عیش و نشاط ہے۔اور "برہ ورنن" کرب و اضطراب۔قدیم سنسکرت روایت کی طرح مسعود کے بارہ ماسوں میں بھی عشق و ہجر کی بجائے فطرت کا حسن و نور اور ہر ماہ سے متعلق لطیف و کثیف کیفیات نمایاں ہیں۔اب یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب نظم کے ان ٹکڑوں میں فطرت اور اس کے حسن کی مدح سرائی ہے تو ان نظموں کو فطری نظموں کی بجائے بارہ ماسہ کا نام کیوں دیا جائے؟اس کا جواب یہ ہے کہ فطری نظم اپنے موضوع کے بہاؤ میں مناظر فطرت اور نظاروں کی عکاسی کو شاعری میں جگہ دیتی ہے جبکہ قدیم بارہ ماسوں کی طرح مسعود کے فارسی بارہ ماسے فطرت کی محض عکس بندی سے آگے بڑھ کے باقاعدہ ماہنامہ اہتمام سے لکھے گئے ہیں اور ہر ماہ کی موسمی کیفیات کے تناظر میں انسانی کیفیات واحساسات کو ہم آہنگ کیا گیا ہے ان بارہ ماسوں میں فطرت دو غالب رنگوں میں اپنا عکس دکھاتی ہے پہلی صورت میں فطرت موسمی کیفیت سے منسلک آزادانہ روپ میں سامنے آتی ہے اور ہر مہینہ شگفتگی یا سختی اور لطافت یا سنگلاخی دونوں صورتوں میں اپنے جوہر کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے یوں ہر موسم کی کیفیت ،رنگ و آہنگ کو سامنے رکھتے ہوئے دھرتی پہ اس کے بکھرائے اثرات کی نشاندہی کرتی ہے جبکہ دوسری صورت میں فطرت جذبات انسانی سے منسلک اور تابع ہو کر سامنے آتی ہے اور فطرت کی نیرنگیاں شاعر کی شعری بوقلمونیوں میں جل ترنگ بکھیرتے ہوئے انفرادی واجتماعی انسانی احساسات وجذبات کو زبان عطا کرتی ہیں۔مسعود

کے یہ بارہ ماسے زیادہ تر سلطان ارسلان مسعود اور اس کی تخت نشینی کے آرام و آسائش کے نمائندہ ہیں۔ مسعود چونکہ ایک قصیدہ گو شاعر تھے سوان بارہ ماسوں میں فطرت کی دلآویزی ان کے ممدوح کے اعلی اوصاف شجاعت و سخاوت کو اپنی صفات سے ہم آہنگ کر کے ایک نئے روپ میں ڈھالتی نظر آتی ہے فطرت کی یہ دونوں صورتیں مسعود سے پہلے سنسکرت بارہ ماسوں کا لازمی حصہ تھیں جہاں "آلبنن" کی صورت فطرت اپنے آزادانہ روپ میں ہوتی تھی جبکہ دوسری "ادیبن" کہ جہاں فطرت جذباتِ انسانی کے تابع اپنے سحر و دلکشی کو ظاہر کرتی تھی فطرت کے آزادانہ حسن کی من موہت عکاسی اور "سندر چتر چترن" کی روایت اپنے مربوط انداز میں شٹ رتو رنن میں ملتی ہے۔ قوسِ قزح کے نیم دائرے کی طرح شٹ رتو ورنن میں سال بھر کے دوران ظہور پذیر ہونے والی موسمی کیفیات کو چھ رتوؤں کے دائرے میں لا کر بیان کیا جاتا تھا۔ ان رتوؤں میں بسنت (وسنت) رت، گریشم، ورشا، شرد (شرت)، ہیمنت، ششر شامل تھیں۔ بسنت رت میں چیت اور بیساکھ، گریشم میں جیٹھ اور اساڑ اور ورشا میں ساون اور بھادوں، شرد میں اسوج اور کاتک ہے۔ ہیمنت میں منگسر اور پوس اور ششر میں ماگھ اور پھاگن شامل ہیں۔ سنسکرت اور پراکت میں بسنت رت سب رتوں کی ملکہ پریم و سنجوگ، بار آوری و شباب کا موسم ہے کہ جہاں شاخیں حیاتِ نو کے زور سے رنگین ہونے لگتی ہیں کونپلوں کی نازکی، معصوم کلیوں کا شباب مہکنے لگتا ہے نئے نویلے چمکدار سبز لبادوں میں ملبوس درخت پھولوں سے اپنے دامن کو بھرے مہکار کے قافلے زمانے کو بھیجنے لگتے ہیں جنگل میں اندر کا اکھاڑا سجتا ہے اور بھنوروں کی گنجار سے جنگل گونج اٹھتے ہیں۔ آم کے غنچوں پر کوئل کی بانی، ملاپ اور سنجوگ کی آشا باندھے، کوک کی صورت پیام میں ملن سندیس چہار جانب بھیجتی ہیں اور پرندے غنچوں کی خوشبو سے مست ہو ہو کر چکراتے ہیں یہ ساری رت کام دیو کی سلطنت ہے کہ جہاں مستی عشق، حسن، جذباتی وفور اور فطرت کی نیرنگی اپنے اثر و جمال سے زمانے پہ جادو کیے دیتی ہے۔ بسنت رت کی ہمسایہ سلطنت گریشم رت ہے کہ جہاں بسنت رت سے جمال و انبساط مستی و شباب کا قافلہ اب دھرتی پہ پڑاؤ ڈالے تسکین و تکمیل کے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ پریم بلاوے جذباتِ قلب سے ہمکنار ہو کر مطمئن و مسکن، کنج عافیت اور لامتناہی تسکین سے فیض یاب ہیں سو باغوں کی سیر حوضوں اور تالابوں کے ستھرے پانی میں جل کریڑا ہری ہری ڈالیوں کے کنجوں میں آرام و آسائش، الائچی، لونگ، کپور اور ہم جل کا سیون، مرنال سے سجی کملوں کی مالائیں، گیرو سے رنگے ہوئے کپڑے اور گھنے پیڑوں کی چھایائیں وشرام، نظارہ ءلطف و لطافت کی صورت دھرتی کی رونق بڑھاتا ہے۔ (۱۴)

گریشم رت کا اگلا قدم ورشارت ہے ورشارت حسن و کمال کی انتہا ہے کہ جہاں تتلیوں کی مانند بگلوں کی ڈاریں، اندر دھنش کی مانند چمکتی ہوئی قوس قزاح، پہاڑی جھرنوں کی گنگناہٹ، پانیوں کی جھاگ اڑاتی نازک اندام ناریوں سا بل کھاتی ندیاں، ابر کے جمگھٹ، امنڈتے ہوئے آسمانی جھرنوں میں بجلی کی کڑک و چمک، جنگلوں اور باغوں میں بکھرتی کوئل کی کوک، پپیہوں کی چہکار، بنوں کو اپنے رنگ، آہنگ و ترنگ سے مسحور کرتے مور، سبزے کے غلاف اوڑھے وادیوں کے دامن اور بن، دھوپ چھاؤں کی آنکھ مچولی گویا دھرتی کو کائنات کا سب سے حسین مرکز بنا ڈالتی ہے یوں ورشارت محض موسم کا بیان ہی نہیں رہتی بلکہ قدرت کے حسن کا سب سے بہترین شاہکار بن کر سنسکرت ادب میں اترتی ہے ورشارت کے بعد "شرد رت" بھی دھرتی کے اسی حسن و جمال کی توسیع ہے مگر اس حسن کا رنگ پہلی رتوں سے زیادہ پر سکون اور روح افزا ہے یہاں حرکت سے زیادہ سکون کا احساس حاوی ہے یہاں تن و من میں بسرام کرتی خوشگوار ٹھنڈک

کبھی تو نرمل چاندنی سے ڈھلتی ہے اور کبھی ڈھلی ہوئی فضاؤں میں ہوا کی سرسراہٹ اور آسمان کی پُرسکون وسعتوں سے اترتی اوس کی بوندوں کی صورت ٹھہرتی ہے۔ آئینہ نگار چشموں کی شفافیت، کستوری و کنول پھولوں کی تروتازگی اور خوشبوؤں کی لطافت، ہنس و سارس کی چہلیں ، فضاؤں سے روحوں تک سرایت کرتا تسکین اور حسن وامان کا احساس اس رت کا جھومر بن کر آنے والی "ہیمنت رت" کو بلاوا بھیجتا ہے ۔ہیمنت رت سے پہلے کنوار اور کاتک کے مہینے دھرتی اور فضا دونوں میں یک گونہ ٹھہراؤ اور انتظار کی کیفیت سے منسلک ہیں۔ چہار جانب جمال وانبساط اور عشق وحسن کی کشمکش گویا کچھ عرصہ کے لیے آنکھ موند لیتی ہے اور دھرتی اور اس کے حسن میں ہر لمحہ امنڈتی انگڑائی لیتی ہلچل یک گونا ٹھہراؤ اور خاموشی میں ڈھل جاتی ہے۔ اس ٹھہراؤ اور خاموشی کا اختتام "ہیمنت رت" کے حرکت و عمل کی صورت ہوتا ہے جہاں سوئے ہوئے درختوں اور یادوں کی خالی ڈالیوں پر نئے انکھر پھوٹنے لگتے ہیں کوہ ہمالیہ کا دامن لودھر کے پھولوں کے مہک اور رنگوں سے رنگین ہو جاتا ہے شالمہ کے دھان غلوں تک پہنچنے کے لیے بے قرار ہونے لگتے ہیں۔ اور پہاڑ اپنی بے رنگی کو سبزے کی ہمہ رنگی سے بدل ڈالتے ہیں برف کے نرم گالے دھنکی ہوئی روئی اور نور کے پھولوں کی صورت دھرتی پہ اترتے ہیں اور تالابوں میں جگمگاتے کنول مزید نکھر جاتے ہیں، سارسوں کے سر مزید لطیف و پر اسرار ہو جاتے ہیں نرمل چاندنی میں نہائے ہوئے بھنوروں کی اٹاریوں باد بانی صورت اختیار کرتی ہیں اور کوٹھوں پر سیر کا لطف بڑھ جاتا ہے۔ اس سمے ناریاں "سرت اتسو" کے لیے سجتی ہیں جا بک کے خوشبودار ابٹن سے اپنے بدن کے روئیں روئیں کو سگندھت کرتی اپنے کمل جیسے مکھوں کو چمکاتی ہیں اور سگندھ سے بھرے کالا گرد کے دھوئیں سے بسا کر اپنے ریشم جیسے کیسوں کو کام دیو کا دھوج بنا دیتی ہیں۔ ہیمنت رت کے بعد "ششر رت" آتی ہے یہ ملن اور "کنھا لنگن" کی رت ہے اس لیے سنسکرت اور پراکرت کے شاعروں نے اس موسم کے بیان میں جس پہلو پر زیادہ توجہ دی ہے وہ جاڑے کی لمبی راتوں میں سرورِ نو کی بیداری، ملن اور ہم آغوشیوں کے سحر و تسکین کا بیان ہے۔ (۱۵)

ان تمام رتوں کا مختصر تعارف اس لیے ضروری تھا کہ قدیم بارہ ماسہ میں ہجر و فراق کی عدم دستیابی کی وجہ تلاش کی جا سکے۔ ہجر، غم ، طویل جدائی اور موسم کی شدت سے ہم آہنگ دوری کی شدت قدیم سنسکرت و پراکرت روایت کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس ادبی روایت میں تمام دھرتی، دھرتی کا ہر موسم اور اس دھرتی پہ بسنے والا رنگ و آہنگ خوشیوں سے معمور ہے اگر کہیں انبساط و جمال میں وقفہ آتا بھی ہے تو وہ طویل نہیں بلکہ اس کی مدت انتہائی کم اور آنے والے زمانے و موسم کے لیے مہمیز کی صورت ہے یوں ہندوستانی دھرتی پہ بکھرے قدرتی و انسانی حسن و لطافت کو دو دو ماہ کے ساتھ منسلک کر کے چھ مہینوں کی صورت بارہ ماسہ لکھا جاتا رہا ہے جس کا تناظر و تاثیر شمالی ہند کے بارہ ماسہ سے بالکل مختلف ہے بارہ ماسہ کی یہ دونوں روایتیں فقط ہندوستانی ادبیات سے مخصوص ہیں مگر ایک استثنائی مثال جو مسعود کے فارسی بارہ ماسہ کی صورت سامنے آتی ہے وہ بھی ہندوستان کی قدیم سنسکرت و پراکرت روایت کی توسیع ہے کہ جہاں فطرت کی جلوہ کاریاں اور موسموں کے حسن کا ماہ بماہ بیان ہندوستانی روایت ہی کا تتبع ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ادب فطری حسن کی سحر کاریوں کے بیان سے خالی نہیں لیکن ترتیب و تقسیم کے ساتھ موسموں کا بیان اور پھر ان کے ساتھ فطرت انسانی کے انسلاکات کی تفصیل فقط ہندوستان کے ادب کا حصہ ہے چنانچہ مسعود کے طویل فارسی دیوان میں جیسے ہی "بارہ ماھھائی" پر نظر پڑتی ہے تو ذہن فوراً ہندوستانی ادبی روایت کی طرف رخ کرتا ہے اور خود "بارہ ماھھائی"

کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ ہندوستانی دھرتی کے نمک و پانی سے پروردہ مسعود فارسی اہل زبان کی سند رکھنے کے باوجود ہندوستانی ادبیات اور ماحول کی سحر کاریوں سے خود کو بچا نہیں پائے ہیں چنانچہ انہوں نے سنسکرت و پراکرت کی روایت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے رنگِ طبیعت اور ماحول کی مناسبت سے ماہ بماہ فطرتی حسن سے منسلکہ تفصیلات کے ساتھ جذبات انسانی کی عکاسی کرتے ہوئے نہ صرف اپنے وقت کے موسم ماحول اور اثرات کو بیان کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات کو فنکاری کی سند بھی عطا کی ہے۔

خردادماہ

زینت باغ ماہ خرداداست
گر بہ بادہ گرائی ازداد است
بت نوشاد گشت گل در باغ
گوئی از حسن و زیب نوشاد است
بلبلان راکہ خطبہ خان شدہ آند
منبر از شاخ سرو رآزاد است
با نشاط است رامش و شادی
ہرچہ بند است ہرچہ آزاد است (۱۶)

ہندی روایت ہی کی طرح مسعود بھی موسمی کفیات، موسمی جمال کے دھرتی پر اترتے ہوئے رنگوں کی جھلک دکھاتے ہوئے انسانی کیفیات کو اس کے تناظر میں دیکھتے ہیں خردادماہ شمسی مہینوں کی ترتیب میں پانچواں مہینہ یعنی مئی ہے۔ جو ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں گو گرمیوں کی شدت سے منسوب ہے مگر فارس میں یہ مہینہ گلگشتِ چمن کا موسم ہے کہ جہاں سبزے و گلوں کے رنگ دھرتی کو رنگین کر دیتے ہیں ایسے میں مسعود اس مہینے کو باغ کی رونق وزیبائش گردانتے ہوئے ہواؤں کی لطافت و مہک کو پیام جشن مانتے ہیں کہ جو فطرت انسانی کو حسن و تسکین کے ازلی نظارے کی طرف متوجہ کرنے کا سامان بنتا ہے۔ کہ جس کی اصلی صورت بہشت بریں کے باغ ہیں موسم نے دلوں کو گرمادیا ہے سو پھولوں جیسے چہروں والے لوگ یعنی محبوب بھی گلگشت چمن پہ مائل گلوں کے روبرو گلفام کی صورت جب جلوہ گر ہوتے ہیں تو باغ کی زیب و زینت جگمگا اٹھتی ہے۔ موسم کی حسین کروٹ سے انسان ہی نہیں فطرت کا ہر جاندار محظوظ ہو رہا ہے۔ نگاہ اٹھاؤ! کہ پرندوں کی محفلِ نور سجی ہے جہاں بلبل حمد و ثناءِ قدرت میں سرو کی شاخوں کے ممبر پہ جلوہ گر آزادانہ نغمہ گری و حمد سرائی میں مصروف ہیں ۔ چہار جانب نگاہ اٹھاؤ کے موسم نے کیا جادو کیا ہے ہر شخص خواہ وہ مقامیت میں قید ہے یا گشت ارضی میں آزاد ہر ایک پہ تازگی حسن و لطافت کے رنگ و رامش کا نشہ چھایا ہے۔ دھرتی گویا حسن و لطافت میں نہا گئی ہے۔ چہار سو زندگی و تابندگی کے سوتے پھوٹ رہے ہیں جن سے

محرومی گویا نعمتِ پروردگار سے محرومی ہے۔ بارہ ماسہ کی یہ صورت و کیفیت ہنوز وہی کیفیت ہے کہ جو سنسکرت و پراکرت کی قدیم روایت کی پہچان ہے کہ جہاں ہر موسم کا جلوہ گویا لفظوں میں زندہ ہو کر ذہن و قلب پہ چھاجاتا ہے۔

مہرماہ

ای مہ، مہ مہر و مہر ماہ است
بی بادا نشستن از گناہ است
روز و رخ دوستاں سپید است
روو دل دشمناں سیاہ است (۱۷)

ماہ ستمبر میں جو ہما تن روشنی ہے اور روشنی زندگی ہے سو اس مہینے میں جشن طرب لازم ہے۔ یہ خوشیوں اور سرمستی کا مہینہ ہے سو اس مہینے کی لطافت کو دوچند کرنے کے لیے بادہ و ساغر کا اہتمام لازم ہے۔ محفل نا ؤنوش اور بنا بادہ گساری اس مہینے کو گزار دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ زندگی کو بیکار گزار کے گناہ گار ہونا۔ چہار جانب خوشیاں ہیں رنگ و ترنگ ہے سو ہمارے دوستوں کے چہرے چاند کی طرح سفید، روشن اور کھلے ہوئے ہیں۔ گویا افلا کی رونقوں کے مقابل زمیں پہ چاند تاروں کی محفلِ نور بپا، دوستوں کی چہروں کی رونق و خوشی ہمارے لئے باعثِ تسکین، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا نور ہے لیکن دشمنوں کے چہرے ان کے دلوں کی طرح ہماری خوشیوں کو دیکھ کر خاک ہو رہے ہیں اماوس کے چاند کی طرح سیاہ پڑ گئے ہیں۔

آذرماہ

ای ماہ رسیدہ ماہ آذر
برخیزو بداح مئے چون آذر
آذر بفروز خانہ خوش کن
زاز رضی بما ہ آذر
گر باغ بما ندسادہ بی گل
ور شاخ بماند زرد و بی بَرَ
ملک ملک کے ارسلاں جہاں را
چوں باغ بہشت کر د دیگر
ای خلق ھمہ ز عدل وجودت
در گیتی ایمن و تو نگر

ائی تو کہ ملک وقف کردہ ست
بر نام تو ایزد گر وگر
تا ہست سپہر و مہربادت
رتبت ز مہ و سپہر برتر (۱۸)

نومبر کا مہینہ آن پہنچا کے جو پیام حیات و روشنی ہے سو اٹھو اور مجھے اس کے استقبال کے لیے شراب و مستی عطا کرو مجھے مقدس آگ سے نوازو کے جو میرے نعمت کدے میں جلے اور میرے قلب و نظر کو روشن کر دے۔ خوشیوں اور عافیتوں کا پیامبر نومبر کہ اگر باغ میں گل و گلزار سکوت کا پردہ اوڑھ بھی لیں، تابندگی، ثمر آوری، کسی پل دامن دل و دامانِ گیتی سے کبیدہ خاطر ہو بیٹھیں، شاخیں پھلوں اور پھولوں سے تہی ہو کر زرد ہو جائیں پھر بھی غم نہیں کہ اس ملک کا پاسبان بادشاہوں کا بادشاہ ملک ارسلان ہے کہ جو دھرتی کی بے رنگی کو باغ بہشت میں ڈھالنا جانتا ہے۔ ہاں یہ وہی ہے کہ جس نے اپنے عدل و کرم سے زمین کو امن و نعمت کا گہوارہ بنا کر لوگوں کے لیے زمین پہ جنت کا نمونہ قائم کر دیا ہے۔ یہ وہی مہربان ہے کہ جس نے اپنی شجاعت و عدل سے حاصل کردہ جاگیروں کو عوامی فلاح کے لیے وقف کر دیا ہے ہاں وہی کہ جو بے مثال مہربانیوں کا مالک ہے سو جب تک آسمان و زمین میں حیات قائم ہے، سورج چمکتا ہے اور آسمان اپنی بلندی و اٹھان کو سنبھالے ہوئے ہے اس کا نام و مرتبہ آسمان و ستاروں سے بلند رہے گا۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا کہ مسعود بنیادی طور پر قصیدے کا شاعر ہے سو بارہ ماسہ میں بھی بادشاہان وقت کی تعریف و توصیف موسمی لطافتوں اور فیاضیوں کے تناظر میں جابجا جگہ پاتی ہے۔ اور شٹ رتو ورنن کی یہ روایت اپنے نشاطیہ رنگ کے جلوے فارسی ادب میں بکھیرتے ہوئے اسے مزید توسیع مہینوں کے ان دنوں کی صورت عطا کرتی ہے کہ جو مسعود کے بارہ ماسائی سلسلے میں "اورمزد روز" سے شروع ہو کر "انیر دن روز" تک تیس دنوں میں موسم و کیفیات اور دنوں کے طبعی خواص کو جذبات و کیفیاتِ انسانی سے ہم آہنگ کر کے ادب لطیف میں ایک نئے رنگ کا اضافہ کرتی ہیں جو ابھی تک یکتا و باکمال ہے اردو ،فارسی یا ہندی کے کسی شاعر کے ہاں اس نوع کی دوسری مثال نظر نہیں آتی۔

امروز اور مزدست ای یار میگسار
برخیز و تازگی کن و انجام بادہ آر
اے اورمزد روی بدہ روز اور مزد
آنمی کہ شادمان کندم اور مزد وار
تابرنشاط مجلس سلطان ابو الملک
باشیم شاد مان و نشینیم شاد خوار
آن زینت ملوک، ملک ارسلان کہ ملک

ہر گز چو او نبیند یکشا ہ تاجدار
اندر زمانہ نعمت و دولت فنزونش باد
تا نعمتِ خزان بودو لذتِ بہار [19]

آج یوم مزد [20] ہے یعنی نو روز، حیاتیاتی سلسلے کی لا متناہی ابتدا، سعادت و کرم کا دن ہے۔ تو اے میرے پیارے ہم مشرب دوست اٹھو اور نعمتوں اور فراوانیوں کا اجر قبول کرو تازہ دم ہو جاؤ کہ دور جام شروع ہو رہا ہے (اور پیالہ آ جائے گا) اور مز دائے میرے باد شاہ ! آؤ اور قدم رنجہ فرماؤ کہ میں آپ کی آمد اور آپ کی مہربانی کا شکر گزار ہوں۔ آؤ کہ اس روز نعمت وصلہ کے سلسلے دراز کرنے والے سلطان ابوالملک کی نشاط افروزی اور طاقت کا جشن منائیں خوش ہوں اور خوشیاں پھیلائیں۔ شاہ ارسلان کی سلطنت کی زیب و زینت بے مثال ہے کہ اس جیسا جہاں دار صاحب مملکت کہاں ہو گا۔ بہار ہو یا خزاں دونوں موسم سلطان کی حکومت کی برکت و فضل سے خوشیوں اور فراوانیوں سے مامور رہتے ہیں۔ خدا اس کی عزت، بخت و وقعت میں اضافہ کرے۔

یوں مسعود سعد سلمان کا بارہ ماسہ سنسکرت روایت سے منسلک رہ کر نا صرف صنفِ قصیدہ کی نیرنگی بڑھاتے ہیں بلکہ اکتسابِ فیض میں ہندوستانی ادبی روایت کو فارسی ادبیات کے مقابل ایک گونہ ممتاز و ممیز بھی کرتے ہیں۔ گو کہ اس بارہ ماسے میں عشق و محبت اور فراق وصال کی وہ شدت کہ جو بعد ازاں بارہ ماسے کا لازمی حصہ بن کر ابھری تھی مفقود ہے اور یہ بارہ ماسہ مدحیہ اشعار کی بنا پر اپنی ذات میں بار بار قصیدے کی جھلک بھی دکھلاتا ہے لیکن پھر بھی، ماہنامہ انسلاک و وضاحت اور ترتیب و تسلسل نیز ہر ماہ و دن کے خصائص و تشریح کی بنا پر اسے بارہ ماسہ ہی تسلیم کیا جائے گا۔ سنسکرت بارہ ماسہ کی روایت سے جڑت اور پھر اس کے اعادے کی بنا پر یہ بارہ ماسہ نا صرف بعد ازاں فروغ پذیر عشقیہ و ہجر یہ بارہ ماسہ سے الگ اپنی شناخت متعین کرتا ہے بلکہ بارہ ماسہ کے غیر عشقیہ رنگ کو مذید گہرا کر کے حسن فطرت و انسلاکِ فطرتِ انسانی کی سنسکرت روایت کی توسیع بھی بنتا ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ اپنے بعد آنے والی بارہ ماسی روایت بالخصوص سولہویں و سترھویں صدی عیسوی کے بارہ ماسوں کے بنیاد گزار یہی بارہ ماسے ہیں تو غلط نہ ہو گا۔ " بارہ ماھائی " کی یہی جدت و نیرنگی صدیاں گزرنے کے بعد بھی اسے مسعود سعد سلمان کے ادبی کارنامے کی صورت زندہ رکھے ہوئے۔ یہ بارہ ماسہ نہ صرف فطرت نگاری بلکہ زبان و ادا کی خوبیوں کی بنا پر بھی خاصے کی چیز ہے۔ جس کی تاثیر عرب و ہند کے اشتراکی ذائقوں کے سبب انوکھی بھی ہے اور لاجواب بھی۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ تنویر احمد علوی ڈاکٹر، "بارہ ماسہ کی روایت" نئی دہلی: ایلائڈ ٹریڈرس، ۲۰۰۵ع، ص ۱۰

۲۔ مسعود حسین خان (مرتبہ) "قدیم اردو" مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جلد اول، ۱۹۶۰ع، ص ۳۸۶

۳۔ ہندی ساہتیہ کوش، ص ۵۱۲، بحوالہ تنویر احمد علوی "بارہ ماسہ کی روایت" ص ۱۲

۴۔ مسعود حسین خان (مرتبہ) "قدیم اردو" ص ۳۸۷

۵۔ ڈاکٹر مونس پرکاش، "مکتوب مونس" بنام ڈاکٹر تنویر احمد علوی، مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴: بحوالہ (ڈاکٹر تنویر احمد علوی: "شمالی ہند کی بولیوں میں بارہ ماسہ کی روایت" ص ۱۲)

۶۔ ڈاکٹر اخلاق حسین عارف "افضل کا بارہ ماسہ: جدید تحقیق کی روشنی میں" لکھنؤ: نظامی پریس وکٹوریہ سٹریٹ، باراول ۱۹۸۹ع، ص ۲۲

۷۔ محمود شیرانی: حافظ "پنجاب میں اردو" اترپردیش: اردو اکادمی اترپردیش، ۱۹۸۲ع، ص ۳۷

۸۔ ایضاً

۹۔ محمد عوفی "لباب الالباب" جلد اول ایڈورڈ براؤن، ۱۹۰۳ع، ص ۲۴۶

۱۰۔ امیر خسرو "دیباچہ غرت الکمال" (مرتبہ) سید وزیر الحسن، لاہور: مطبع عالیہ، سن ندارد، ص ۴

۱۱۔ محمود شیرانی، "پنجاب میں اردو" ص ۵۳۸

12- Iqbal Hussain, ''Early Persian Poets of India'' Patna:, PN, 87

۱۳۔ مسعود سعد سلمان "دیوان مسعود سعد سلمان" مطبوعہ آقائی رشید یاسمی، تہران: ۱۳۱۸ع، ص ۲۸۱

۱۴۔ تنویر احمد علوی ڈاکٹر، "بارہ ماسہ کی روایت" ص ۲۱

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۱۔ ۲۲

۱۶۔ مسعود سعد سلمان "دیوان مسعود سعد سلمان" ص ۶۵۵

۱۷۔ ایضاً، ص ۶۵۶

۱۸۔ ایضاً، ص ۶۵۴

۱۹۔ ایضاً، ص ۶۶۰

۲۰۔ "اورمزد، رب کا دن، احورامزدا کا دن۔ احورامزدا کی آمد و یاد سے ماخوذ ہے۔ احورامزدا دو لفظوں، "احورا" اور "مزدا" سے مل کر بنا ہے۔ احورا بمعنی "آہ" یعنی سانس، ہستی و وجود، جبکہ مزدا "انسان"، انسانی بنیاد، جڑ و بیخ سے متعلق ہے۔ جس کا مطلب ذہن

، فکر و حکمت۔ یعنی عقلمند، عظیم و برتر ہستی جو اپنے وجود و اعمال میں لاثانی ولافانی ہے۔ قدیم ایرانیوں اور زرتشتیوں کے عظیم خدا کے ناموں میں سے ایک نام جو زمین و آسمان اور مخلوقات کا خالق ہے ۔ تمام مخلوقات ، معبود و دیوتا اسی کی تخلیق ہیں اور وہی قدرت، حکمت، علم، نیکی، سچائی، تقدس اور تقوی کا سرچشمہ ہے۔ یعنی تمام مادی و روحانی اشیا اسی کے دستِ قدرت کا کمال ہیں۔ اور وہی کائنات و مخلوقات کو قائم کرنے والا اور ان کا جج ہے۔ اس نے کسی شے کو بھی بے مقصد و بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ احورامزدا خدائے لایزال، لم یلد ولم یولد بھی ہے، وہ تمام تر ہستی کا خالق اپنی ذات میں تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ احورامزدا کی یہ صفات زرتشتی عقائد میں متعدد دیگر دینی حوالوں سے بھی اسلامی عقائد سے مشابہہ نظر آتی ہیں۔ قدیم ایرانی تہذیب و ثقافت میں اس دن نیکی کے رب کے حضور دعائیں، آرزوئیں اور تمنائیں پیش کی جاتی ہیں، جشن منایا جاتا ہے، حیاتِ مسرت و حیاتِ نو کی تمنا کی جاتی ہے۔ اورمزد مشتری کے ایک سیارے کا نام بھی ہے، نیز ایک فرشتہ بھی اس نام سے متصف ہے۔ لیکن مسعود کے ہاں یہ دن زرتشتی مذہب سے ماخوذ ہے جس کے کیلنڈر میں ہر مہینے کے پہلے دن کا نام اورمزد ہے۔ قدیم فارسی شعرا کے ہاں احورامزدا سے متعلق روایات کو زیبِ قلم کیا جاتا رہا ہے۔ مسعود سعد سلمان نے بھی اپنے بارہ ماسہ میں اسی شعری و تہذیبی روایت کی پیروی کی ہے۔ اورمزد روز کو "نوروز" کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے جس کی روایت تقریباً تین ہزار سال پرانی ہے، وسطی ایشیا کے اکثر بشمول اسلامی ممالک میں بلا تخصیص رنگ و نسل و عقائد یہ دن 21 مارچ کو منایا جاتا ہے جو زمین کی گردش سے متعلق ہے۔ زمین کی ایک گردش اپنے مدار میں ہے کہ جس کے ذریعے لیل و نہار کا سلسلہ فروغ پذیر ہے، جبکہ دوسری گردش سورج کے گرد ہے جس سے تقریباً 365 دن کا سال وجود پذیر ہوتا ہے، جسے بارہ حصوں میں تقسیم کر کے "برج" کا نام دیا تا ہے ان برجوں کے مختلف کیلنڈروں میں مختلف نام ہیں۔ جب زمین حرکت کرتے ہوئے "برج حمل" میں داخل ہوتی ہے تو یہ شمسی کیلنڈر کے نئے دن کا آغاز ہوتا ہے، اور وہ لمحہ کہ جس لمحے زمیں "برج حمل" میں داخل ہوتی ہے اسے "تحویل" کہا جاتا ہے۔ یعنی سال بدل جاتا ہے، زمین ایک برج سے دوسرے برج میں داخل ہو گئی ہے۔ اس دن کو نوروز کہا جاتا ہے جو ایران، افغانستان۔ آذربائیجان، ازبکستان، چیچنیا، ترکمانستان میں ایک قومی دن کی صورت منایا جاتا ہے، گھروں کی صفائی، آرائش، دعوت و جشن اور خوشیاں منائی جاتی ہیں، تحفے تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے۔